49051 ـ کمپنی ایک سی ڈی پانچ سور ریال میں فروخت کر کے کچھ مدت کے بعد خریدار کو42500 ریال ادا کرتی ہے

سوال

ہم ایک نوجوان گروپ سے تعلق رکھتے ہیں، ہبۃ الجزیرہ نامی کمپنی نے ہمیں نظام میں شرکت کی پیشکش کی ہے، ہم اس معاملہ کے متعلق شرعی حکم معلوم کرنا چاہتے ہیں، یہ علم میں رہے کہ کمپنی ایک شرعی سی ڈی پایچ سو ریال میں فروخت کرتی ہے، اور ایک سے دو ماہ میں وہ خریدار کو چھو سو ریال دیتے ہیں، اور ایک برس سے تین برس کی مدت میں 42500 ریال دیتے ہیں، جسے وہ خریدار کے لیے ہدیہ شمار کرتے ہیں، ہم اس کا وضاحت کے ساتھ جواب چاہتے ہیں تا کہ ہم اس میں شرکت کر سکیں، یا پھر ہم اپنے بھائیوں کو اس سے دور رہنے اور بچنے کا کہہ سکیں.

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اس طرح کی کمپنی کے متعلق حکم تو اس وقت ہی بیان کیا جا سکتا ہے جب یہ واضح ہو جائے کہ خریداروں کا مقصد کیا ہے، یہ فروخت کرنے اور دوسروں کو دھوکہ دینے کا طریقہ ہے، جس پر کمپنی کے نظام کا تعارف کرانے کے لیے پرنٹ شدہ اوراق کے ذریعہ عمل کیا جاتا ہے.

مسئولہ مسئلہ پر غور و فکر اور بعض اقتصادی ماہرین، اور کمپنی کے بعض نمائندوں سے بات چیت کرنے کے بعد درج ذیل واضح ہوا ہے:

1 ـ کمپنی نے اپنے کام کا آغاز ایک شرعی علوم اوراس سےملحق علمو پر مشتمل سی ڈی تیار کر کے کیا، اس کو ایک نمونہ شمار کرتے ہوئے اس کے مطابق جواب ہو گا، کیونکہ کمپنی اسے فروخت کر رہی ہے، اس لیے کہ اگرچہ وہ سامان جس کی مارکیٹنگ کمپنی کر رہی ہے وہ مختلف ہے، لیکن یہ معاملہ کی حقیقت کو نہیں بدل سکتا.

2 ـ کمپنی یہ سی ڈی پانچ سو ریال میں فروخت کر رہی ہے، حالانکہ سامان اور طلب کی حقیقت کے اعتبار سے اس طرح کے موضوع اور کوالٹی کی سی ڈی کی قیمت اس سے کئی گنا کم ہے.

3 – کمپنی کی جانب سے بدلہ دینے کے نظام کے اعلان میں فروخت کردہ سی ڈی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا، اور نہ ہی اس میں موجود علمی مواد اور اس کے فوائد و اہمیت اور خریداروں کی ضرورت کا ذکر ہے، بلکہ ساری کلام تو

مالی بدلہ اور اس کے نظام کےگرد ہی گھومتی ہے.

4 ـ سارے یا اکثرخریدار جو کمپنی میں آتے ہیں وہ بدلہ کے نظام کے متعلق ہی دریافت کرتے ہیں، اور وہ سی ڈی اور اس میں علمی مواد کے متعلق کچھ نہیں پوچھتے ۔ چہ جائیکہ اس کا کسی اور چیز کے ساتھ مقارنہ اور موازنہ کریں ۔ حالانکہ سی ڈی کی ادا کردہ قیمت بہت بڑی (پانچ سو ریال) ہے، عام طور پر خریدار کو ایسی سی ڈی کے لیے اتنی بڑی رقم خرچ کرنے سے منع کیا جاتا ہے جس کے متعلق اسے علم ہی نہ ہو کہ اس میں کیا ہے، اور نہ ہی وہ اس کے متعلق پوچھتا ہے، بلکہ اسے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ اس سی ڈی میں ہے کیا.

5 ـ ہم نے کچھ لوگوں سے سنا ہے کہ انہوں نے بہت ساری سی ڈیز خریدی، بلکہ بعض نے تو دو لاکھ ریال سے بھی زیادہ، اور اس سے بھی زیادہ ہم نے سنا ہے، تو وہ اتنی زیادہ تعداد میں سی ڈیز کیا کرتے ہیں ؟!

حالانکہ اگر بالفعل اسے ضرورت بھی ہو تو عام طور پر تو انسان ایک سی ڈي سے زیادہ کا محتاج ہی نہیں.

6 ـ بعض سی خریداروں کے پاس تو کمپیوٹر بھی نہیں ہے، بلکہ ان میں سے کچھ تو ایسے بھی ہیں جو شرعی علم کا اہتمام بھی نہیں کرتے، اور نہ ہی انہیں سی ڈی میں موجود مواد کی ضرورت ہے، بلکہ ان میں ایسے افراد بھی ہیں جنہیں عربی زبان آتی ہی نہیں، بلکہ ایسے بھی ہیں اصل میں مسلمان ہی نہیں !!

تو پھر یہ لوگ اس سی ڈی کو خریدنے کی طرف کیوں لپک رہے ہیں، حالانکہ وہ اپنی اساسی ضروریات کی اشیاء جو اس سی ڈیز سے بھی زیاد اہم اور فائدہ مند ہیں وہ نہیں خریدتے ؟

اور اگر فرض کریں کہ وہ ان سی ڈیز کے محتاج ہیں اور وہ ان سے فائدہ حاصل کرینگے، تو وہ ان سی ڈیز سے اعراض کر رہے ہیں جو ان کے لیے فائدہ مند تھیں اور اس کی قیمت بھی اس سی ڈي سے بہت کم ہے جس کی طرف وہ لپک رہے ہیں !!

7 ـ یہ ثابت ہوا ہے کہ ان خریداروں میں سے تو کچھ نے وہ سی ڈیز خریدنے کے بعد کمپنی سے خریداری کی رسید حاصل کر کے باہر آتے ہی کمپنی کے آفس کے باہر ہی پھینك دیں !!!

8 ـ جو رقم بدلے میں واپس کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ سی ڈیز کی قیمت سے کئی گنا زائد ہے؛ اس بنا پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ فروخت کردہ سامان کی قیمت سے ڈسکاؤنٹ ہے.

9 ـ جس رقم کی واپسی کا وعدہ کیا گیا ہے وہ سامان کی ادا کردہ قیمت سے کئی گنا زائد ہے، قیمت (500 ریال) ہے، پھر ایك ماہ سے تین ماہ کی مدت میں خریدار کو (600) ریال، اور ایك سال سے تین سال کی مدت میں (42500) ریال دیے جائینگے، جو کہ (85) سی ڈیز کی قیمت کے برابر ہے، اور انہوں نے یہ صراحت کی ہے کہ خریدار اس

وقت تك دوسرا ہدیہ لینے کا مستحق نہیں جب تك اس کے نیچے (340) مارکیٹنگ کرنے والے نہ ہوں جو اس بات کی دلیل ہے کہ بعد میں خریدنے والوں کے لیے دوسرے ہدیہ کی مدت بہت زیادہ ہے، بلکہ بعض کے لیے تو تقریبا یہ حاصل کرنا محال ہی ہوگا، خاص کر یہ احتمال ہے کہ کمپنی ہی بند ہو جائے، یا پھر کمپنی اس کام کو اچانك بند کر دے.

10 ـ کمپنی خریدار کے لیے لازم کرتی ہے کہ وہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرے کہ اسے کوئی بھی مبلغ اور رقم لینے کا حق نہیں، اور ان شروط پر دستخط کرنے سے پہلے سی ڈی فروخت ہی نہیں کی جاتی.

11 ـ یہ دیکھتے ہوئے کہ اکثر خریداروں کا مقصد سی ڈی نہیں، اور نہ ہی وہ اصل میں سی ڈی چاہتے ہیں، کمپنی نے کچھ عرصہ بعد ایك نئی سوچ اور فکر بنائی کہ سی ڈی کے خریداروں میں سے جسے سی ڈی کی ضرورت نہیں اور وہ اس کی رغبت نہیں رکھتا تو یہ سی ڈیز ضرورتمندوں میں بطور ہدیہ یا فنڈ تقسیم کر دی جائیں، اور یہ کسی معاملہ کے حکم کو تبدیل نہیں کرتا، کیونکہ عقد اور معاہدوں میں معتبر تو حقائق ہوتے ہیں.

یہ سارے اسباب جمع ہو کر ہمیں یہ یقین دلاتی ہیں کہ ـ اگر سارے نہیں تو ـ اس معاملہ میں شامل ہونے والے اکثر لوگوں کا مقصد اس رقم کی حاصل کرنا ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے، نہ کہ سامان سے فائدہ حاصل کرنا، اور حقیقت میں یہ معاملہ اس طرح ہے: بہت زیادہ ادھار نقدی کو قلیل نقد رقم کے ساتھ خریدنا ہے، جو اس معاملہ میں حرام داخل کرتی ہے، یا تو حیلہ سازی کے اعتبار سے ـ اگرچہ ظاہری معاملہ سے حرام تك جانے کا مقصد ہے ـ یا پھر اس اعتبار سے کہ جو بھی حرام کی طرف لے جائے تو وہ بھی حرام ہے، اور برائی کی طرف لے جانے والی راہ کو روکنا واجب ہے، اور ان دروازوں کو بند کرنا جن سے لوگ حرام میں پڑ جائیں.

اس لیے شریعت اسلامیہ نے بہت سارے معاملات اور نکاح جس کے ظاہر سلیم العقد ہیں مثلا بیع العینہ (سودی بیع) اور نکاح حلالہ وغیرہ کو ممنوع قرار دیا ہے، اور علماء کرام نے کتب فقہ میں حیلہ بازی کی بہت ساری صورتیں بیان کی ہیں.

اس معاملہ میں اہم ممنوعہ اشیاء کو درج ذیل نقاط میں بیان کیا جا سکتا ہے:

1 ـ یہ معاملہ ـ کم از کم خریدار کی جانب سے ـ سود پر مشتمل ہے، اگر تو وہ نقدی یعنی رقم چاہتا ہے نہ کہ سامان، تو اس نے پانچ سو ریال اس لیے دیے ہیں کہ تقریبا ایك ماہ بعد چھ سو ریال حاصل کر سکے، اور تین برسوں کے بعد (42500) ریال حاصل کر سکے، تو اس میں دو قسم کا سود شامل ہو گا، ایك تو زیادہ ہونے کی بنا پر ربا الفضل، اور ادھار کی بنا پر پر ربا النسیئۃ.

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

اور اللہ تعالی نے خريد و فروخت حلال كى ہے، اور سود كو حرام كيا ہے البقرۃ (275).

اور ايك دوسرے مقام پر ارشاد بارى تعالى ہے:

اے ايمان والو اللہ تعالى كا تقوى اختيار كرو اور باقى ماندہ سود چھوڑ دو اگر تم مومن ہو، اگر تم ايسا نہيں كروگے تو پھر اللہ تعالى اور اس كے رسول كے ساتھ جنگ كرنے كے ليے تيار ہو جاؤ البقرۃ (278 - 279).

2 - يہ قمار بازى اور جوے پر مشتمل ہے، كيونكہ اس ميں شريك ہونے والے نے حقيقت ميں مال ادا كيا ہے، يا پھر غالبا اس نے مال اس ليے ديا ہے كہ وہ رقم حاصل كر سكے جسے وہ بدلہ يا ہبہ كا نام ديتے ہيں، اور وہ رقم ہو سكتا ہے اسےملے يا نہ ملے ـ اس بنا پر كہ كمپنى اس كے سامنے يہ شرط ركھى ہے كہ يہ كوئى لازمى وعدہ نہيں بلكہ يہ تو صرف اس كى جانب سے ہديہ وغيرہ ہو گا!!! اور يہى قماربازى اور جوے كى حقيقت ہے.

اللہ سبحانہ و تعالى كا فرمان ہے:

اے ايمان والو! بات يہى ہے كہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نكالنے كے پانسے كے تير يہ سب گندى باتيں، شيطانى كام ہيں، ان سے بالكل الگ رہو تا كہ تم كامياب ہو جاؤ، شيطان تو يہى چاہتا ہے كہ شراب اور جوئے كے ذريعہ تمہارے آپس ميں ميں عدوات اور بغض پيدا كر دے اور تمہيں اللہ تعالى كى ياد اور نماز سے روك دے تو اب بھى باز آ جاؤالمآئدۃ (90).

اور جوا دھوكے كى ايك قسم ہے، صحيح حديث سے ثابت ہے كہ:

ابو ہريرہ رضى اللہ تعالى عنہ بيان كرتے ہيں كہ:

" نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے دھوكہ كى بيع سے منع فرمايا "

صحيح مسلم حديث نمبر (1513).

اور غرر يعنى دھوكہ يہ ہے كہ: جس كے حصول ميں شك ہو، يا پھر جس سے مقصود يہ ہو كہ اسے پتہ نہيں آيا وہ اسے ملے گا يا نہيں.

شرح حدود ابن عرفۃ (1 / 350).

3 - يہ دھوكہ و فراڈ اور لوگوں كو مال كا لالچ دينے پر مشتمل ہے، پھر انہيں يہ كہا جاتا ہے كہ:

ہم پر تمہارى جانب سے كوئى چيز لازم نہيں، يہ اس دروازے كو كھولنا ہے كہ خريداروں كو بدلہ دينے كا وعدہ كر

کے ان سے کئی ملین ریال جمع کر لیے جائیں اور پھر ان میں اکثر کو کچھ بھی نہ دیا جائے، یا پھر جو دے اسے دیا جائے، اور جو تاخیر کرے اسے تاخیر سے دیا جائے، اور جو جلد دے اسے جلد دیا جائے، کسی بھی معلوم اصول و ضوابط اور شروط کے بغیر، اور قانونی چارہ جوئی کے دائرہ کار سے باہر رہتے ہوئے.

4 ـ یہ لوگوں کا ناحق اور باطل طریقہ سے مال کھانے پر مشتمل ہے ؟!

اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

اے ایمان والو تم اپنا مال آپس میں باطل کے ساتھ مت کھاؤ، مگر یہ کہ وہ تمہاری آپس کی خوشی اور رضامندی سے تجارت کے ساتھ ہو النساء (29).

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" یقینا تمہارا خون اور تمہارا مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں "

صحیح بخاری حدیث نمبر (1739) صحیح مسلم حدیث نمبر (1679).

خریدار سے قبل بائع یہ جانتا ہے کہ کوئی بھی حقوق کے عدم مطالبہ کے معاہدہ پر دستخط کرنا ایسا امر ہے جو حقیقی رضا سے نہیں ہوا، جبکہ اس معاہدہ پر دستخط کرنے والے کے نفس میں طمع و لالچ موجود ہے، اور اس میں کمپنی کے معاہدوں کے متعلق کچھ نہ کچھ امانت کے ساتھ بدلہ اور ہدیہ جات تقسیم کرنے اور کمپنی بند نہ ہونے کا بھروسہ پایا جاتا ہے، جسے خریدار یقینی وعدہ شمار کرتا ہے.

سوال نمبر (40263) کے جواب میں بزنس اور اس جیسی دوسری کمپنیوں کے دھوکہ و فراڈ پر مشتمل معاملات کے متعلق بیان ہو چکا ہے، اس میں اس طرح کے معاملات کے اسباب اور لوگوں کا اس کی جانب لپکنے کا بھی ذکر ہے، اور اسطرح گیارہ عام شرعی قاعدے اور اصول بھی بیان ہوئے ہیں جو اس طرح کے معاملات کے شرعی حکم اور اس سے دور رہنے کے متعلق نفس کےممد و معاون ہیں آپ اس جواب کا مطالعہ کریں.

آخر میں یہ عرض کرتے ہیں کہ: مسلمان کو چاہیے کہ وہ مباح تجارتی اور سرمایہ کاری منصوبہ جات پر خوش ہو اور ان کی کامیابی کا متمنی ہو اور اس میں مزید وسعت اور منافع کی امید رکھے، اور یہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی خیر و بھلائی سےمحبت ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو "

مسند احمد حدیث نمبر (16219) اس حدیث کی اصل بخاری اور مسلم میں بھی ہے.

اور اگر یہ منصوبہ جات اشیاء پروڈکٹ تیار کرنے کے ہوں، نہ کہ کھپت کے تو یہ افضل و زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ مسلمان معاشرے کی تقویت کا باعث بنتے ہیں، لیکن اسکا یہ تقاضا نہیں کہ ان نئے معاملات میں پائے جانے والی شرعی مخالفات کو ہی بیان نہ کیا جائے - یہ مخالفات بعض ان نظاموں کو لینے اور استعمال کرنے کا نتیجہ ہیں جو حلال و حرام کا خیال نہیں رکھتے - اور یہ اس لیے کہ لوگوں کو حرام کمائی اور حرام مال یا حرام عطیہ وغیرہ سے دور رکھا جائے.

اس کمپنی کے اعمال کے متعلق یہ واضح ہوا ہے، اور میں کمپنی کے مالکان سے محبت اور شفقت کرتے ہوئے انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان کی کمپنی کے اعمال کی پلاننگ موجود ہے، جس میں وسعت اور بہت سارے لوگ شامل ہیں، اس کے ساتھ عمل کے اسلوب میں ایسی اشیاء بھی ہیں جن پر شك کیا جا سکتا ہے، تو وہ اپنی اس کمپنی کے معاملہ کو کسی علمی ادارے کے سامنے پیش کریں تا کہ وہ اس کے متعلق فتوی جاری کریں، تو اس طرح کمپنی کے مالکان اور ذمہ داران بری الذمہ ہو سکیں اور جانبی اختلافات کو ختم کر سکیں، اس سلسلہ میں ان شاء اللہ مستقل فتوی کمیٹی کافی ہے.

اور اپنے مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ حلال اور پاکیزہ کھائیں اور حرام چاہے جتنا بھی زیادہ اور دیدہ زیب ہو اس سے اجتناب کریں اور دور رہیں، کیونکہ جو جسم بھی حرام پر پلتا ہے وہ جہنم کی آگ کے زیادہ قابل اور لائق ہے، اور پھر یہ یاد رکھیں جو کوئی بھی کسی چیز کو اللہ تعالی کے لیے ترك کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے.

اللہ تعالی سے ہماری دعا ہے کہ اس نے جو ہمیں حلال روزی دی ہے اس پر قناعت کی توفیق دے، اور اپنے حلال کے ساتھ ہمیں حرام کردہ سے بچا کر رکھے، اور ہمیں حق کو حق دیکھنے کی توفیق نصیب فرمائے، اور اپنی اتباع و پیروی کرنے کی توفیق دے، اور ہمیں گمراہیوں اور خواہشات اور شبہات و شہوات کے فتنوں سے بھی محفوظ رکھے.

اللہ تعالی ہی زیادہ علم رکھنے والا ہے.

جواب کی تکمیل کے لیے ہم ذیل میں کچھ مناقشات و اعتراضات درج کرتے ہیں جنہیں ہم نے جواب کی طوالت دور کرنے کے لیے علیحدہ کیا ہے:

کوئی قائل یہ بھی کہہ سکتا ہے:

کیا کمپنی کےلیے اپنی پروڈکٹ کی ترویج اور معروف اور مارکیٹنگ زیادہ کرنے کے لیے خریداروں کو کچھ معلوم انعامات تقسیم کرنے جائز نہیں ؟ تو جو دوسروں کے لیے مباح ہے وہ کمپنی پر حرام کیوں ہیں ؟

اس کا جواب یہ ہے:

ایسے سامان کی خریداری جس پر انعامات دیے جائیں اصل میں ہمارے علماء کرام کا اختلاف ہے، بعض علماء کرام تو اسے مطلقا حرام کہتے ہیں، جن میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ اور مستقل فتوی کمیٹی کے كئی ايك فتاوی جات شامل ہیں، اس کے كئی ايك اسباب ہیں جن میں ايك سبب یہ بھی ہے کہ اس سے دوسرے فروخت کرنے والے تاجروں کے دلوں میں کینہ و بغض پیدا ہوتا ہے.

اور علماء نے انعامی مقابلہ کی ممانعت کا فتوی جاری کیا ہے کیونکہ اسمیں جوا اور قمار بازی پائی جاتی ہے، اور لوگوں کو انعام کے لالچ میں ایسی اشیاء خریدنے کی رغبت دلائی جاتی جس کی انہیں ضرورت بھی نہیں ہوتی اس فتوی کو بالتفصیل دیکھنے کے لیے آپ سوال نمبر (22862) کے جواب کا مطالعہ کریں.

اور ہمارے کچھ علماء نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے لیکن اس کو کچھ شروط سےمقید کیا ہے ان میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ شامل ہیں ان کا کہنا ہے:

" کمپنیاں اپنا مال خریدنے والوں کے لیے انعام رکھتی ہیں، تو اس سلسلہ میں ہم یہ کہینگے: جب دو شرطیں پائی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں:

پہلی شرط:

قیمت - یعنی سامان کی قیمت - اس کی حقیقی قیمت ہو، یعنی انعام کی بنا پر اس کی قیمت میں اضافہ نہ کیا گیا ہو، اگر انعام کی خاطر قیمت بڑھا دی گئی ہو یہ قمار بازی اور جوا ہے حلال نہیں.

دوسری شرط:

انسان انعام حاصل کرنے کے لیے سامان نہ خریدے، اگر اس نے صرف انعام حاصل کرنے کی غرض سے سامان خریدا نہ کہ اس کی ضرورت کی بنا پر تو یہ مال ضائع کرنے کے مترادف ہو گا، ہم نے سنا ہے کہ بعض لوگ دودھ یا لسی کا ڈبہ خریدتے ہیں، انہیں اس کی ضرورت تو نہیں ہوتی لیکن وہ اس لیے خریدتے ہیں کہ ہو سکتا ہے اسے انعام مل جائے، تو آپ دیکھتے ہیں کہ اسے بازار یا پھر گھر کے ايك کونے میں انڈیل دیتا ہے، تو یہ جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں مال ضائع ہوتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے.

دیکھیں: اسئلۃ الباب المفتوح نمبر (1162).

جس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا گیا ہے اس میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں، کیونکہ سی ڈی کی قیمت اس کی اصل قیمت سے بہت زیادہ رکھی گئی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہی سی ڈی بغیر

کسی انعامی مقابلے والے نظام کے مارکیٹ میں پیش کی جائے تو اس قیمت میں کوئی بھی نہ خریدے، اور نہ ہی لوگ اس سی ڈی کو اتنی بڑی تعداد میں خریدیں.

اور دوسری شرط کا نہ پایا جانا تو اسے بیان کرنے سے بھی واضح ہے، کیونکہ بہت سارے خریدار تو اس سی ڈی میں موجود مضامین کو اہم نہیں سمجھتے، اور بعض تو اصل میں عربی جانتے ہی نہیں، اور بعض اس سی ڈی کو خرید کر کمپنی سے نکلتے ہی پھینك دیتے ہیں، اور بعض یہ سی ڈی سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں خریدتے ہیں جس سے دیکھنے والے کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ مال چاہتے ہیں نہ کہ سی ڈی، وگرنہ یہ لوگ مارکیٹ میں کئی برس سے موجود اس طرح کی کم قیمت پر دستیاب سی ڈی کیوں نہیں خریدتے ؟! اور اگر کوئی سی ڈی چاہتا بھی ہو تو یہ بہت نادر ہے، اور نادر چیز پر احکام کی بنا نہیں ہوتی.

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ سدذرائع کے سبب سے حرمت میں یہ شرط نہیں لگائی جاتی کہ لین دین کرنے والے حرام کا قصد کریں؛ بلکہ عادت میں اس کا کثرت سے اس کا قصد ہی کافی ہے، یہ اس لیے کہ غالبا فی نفسہ مقصد منضبط نہیں ہوتا، جبکہ یہ باطنی امور میں سے ہے جس کا اعتبار مشکل ہے؛ چنانچہ قصد کے گمان کا اعتبار کیا گیا ہے اگرچہ اس کا پیچھے رہنا صحیح ہو، یعنی واقعہ نہ ہونا "

اس کی وضاحت کے لیے دیکھیں: اعلام الموقعین (3 / 148) اور اغاثۃ اللھفان (1 / 376) اور الموافقات للشاطبی (2 / 361).

یہ سب کچھ اس کی دلیل ہے کہ یہ لوگ نقدی چاہتے ہیں، اور معاہدہ کی صورت میں جتنی بھی تعدیل کر لی جائے پھر یہ نقد کی نقد کے ساتھ خریداری ہے.

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" حرام اشیاء کے حقائق و مقاصد کے موجود ہوتے ہوئے اس کی صورت اور نام جتنے بھی تبدیل کر لیے جائیں یہ اس خرابی و فساد میں اور بھی زیادتی کا باعث ہیں جس کی بنا پر وہ حرام کی گئی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینے کی بھی کوشش ہے، اور اس کی شریعت و دین میں مکر و فریب اور دھوکہ و نفاق کی کچھ نسبت ہے، اور یہ کہ کوئی چیز اس کی خرابی و فساد کی بنا پر حرام کی جاتی ہے، اور اس سے بھی بڑی کی بنا پر اسے مباح کر رہا ہے.

اسی لیے ایوب السختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وہ اللہ تعالی کو اس طرح دھوکہ دیتے ہیں جس طرح بچوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے.

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے:

کمپنی کا اپنی اشیاء اور پروڈکٹ فروخت کرنے کے ذریعہ سود تك پہنچنا نہیں، بلکہ ان اشیاء کی مارکیٹنگ ہے.

تو اس کا جواب یہ ہے:

جو مسلمان تجارتی امور سرانجام دے اور اسے علم ہو کہ اس کے گاہك کا خریداری سے حرام مقصد رکھتے ہیں تو اس کا حکم کیا ہو گا، مثلا جو شخص انگور یا اسلحہ فروخت کرتا ہے، اور اسے علم ہو کہ اس کے اکثر خریدار اسے حرام میں استعمال کرتے ہیں ؟

تو اس کا جواب یہ ہے:

یہ حرام ہے، جیسا کہ اہل علم نے بیان کیا ہے "

دیکھیں: المغنی (4 / 155) اور الفتاوی الکبری (2 / 239).

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے:

کمپنی نے خریداروں کی جانب سے سی ڈی صدقہ کرنے کا ذمہ بھی لے رکھا ہے جو خریدار سی ڈی نہیں چاہتے ان کی جانب سے ضرورتمندوں کو تقسیم کر دی جائیگی.

تو انہیں یہ جواب دیا جائیگا:

لوگوں کو خالص صدقہ کی دعوت کیوں نہیں دی جاتی، اور ان کی نیتوں کو دنیاوی فائدوں کے مقاصد کے ساتھ پراگندہ نہ کیا جائے، سامان سے چھٹکارا پانے کے لیے اسے صدقہ بنا دیا جاتا ہے، تو اس حالت میں اجر کیا ہو گا ؟

شیخ ابن باز رحمہ اللہ ایسے انعامی مقابلہ کے حرام ہونے کا فتوی ہے جس میں ادا کردہ صدقہ پر شامل ہو، اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے آپ سوال نمبر (11341) کے جواب کا مطالعہ کریں.

اسی طرح تقسیم کرنے والوں کو یہ بھی کہا جائیگا کہ اگر تم اس سی ڈیز میں پائے جانے والے مادہ کومد نظر رکھتے ہوئے سی ڈی کو صدقہ کرنے کی حرص رکھتے ہو تم اس سی ڈی کی کاپی کرا کر تقسیم کر سکتے ہو، کیونکہ کمپنی اس سے منع نہیں کرتی، یا پھر سستی اور کم قیمت والی زیادہ فائدہ مند سی ڈیز صدقہ کر سکتے ہو جو ان سی ڈیز سے زیادہ ہونگی.

اور یہ بھی کہا جائیگا کہ:

سی ڈی اس حقیقتا (500) ریال کی رقم کے برابر ہے، اگر انفرادی حقوق ملکیت کے خلاف زیادتی نہ کی جائے، تو اس کا جواب یہ ہے:

اول:

مارکیٹ کی گردش ہی فی الواقع سامان کی قیمت کی متعین کرتی ہے، اور اسے تیار کرنے کی کوشش متعین نہیں کرتی، یہ تو مانگ اور پیش کرنے کی حرکت کے حساب سے ہوتی ہے، اور اس جیسی دوسری چیز ہونا یا نہ ہونا بھی اس میں اثر انداز ہوتا ہے، اور پھر مارکیٹ میں اس کمپیٹشین کی قوت کتنی ہے اور مارکیٹ میں موجود سامان کی کوالٹی اور اس کی قیمت کا بھی دخل ہے.

دوم:

کمپنی نے کاپی کرنے کے حقوق اپنے پاس محفوظ نہیں رکھے، اور اپنے اس حق کو ساقط کر دیا ہے، اور یہ چیز بلاشك موجودہ فروخت ریٹ کو کم کرنے کا باعث ہے، کیونکہ یہ بالکل آسانی سے مل سکتی ہے.

سوم:

ان خریداروں کی کثرت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اس سامان کو نہیں چاہتے اس لیے یہ سی ڈی لوگوں کے ہاں بہت زیادہ ہو گئی ہے، اور بعض اوقات تو بغیر کسی عوض و قیمت کے مل جاتی ہے، اگر صرف فروخت ہو تو پھر اس کا قیمت میں ضرور اثر ہوگا.

تنبیہ:

پہلے میرے پاس ایك بھائی آیا اور اس نے بتایا کہ وہ کمپنی میں ملازم تھا، اور اس نے مجھ سے اپنی ملازمت اور کام کے بارہ میں دو سوال دریافت کیے، تو میں نے اسے جواب لکھ کر دیا، لیکن اس نے کمپنی کے کام کی مکمل تفصیل نہیں بتائی تھی، اور نہ ہی اس کی پروڈکٹ کی قیمت اور اس انعام اور بدلے کی آخری مقدار.... الخ.

تو میں نے اسے ان دو محدد سوالوں کا جواب اس بنا پر دیا تھا جو اس نے میرے سامنے بالمشافہ بیان کیا تھا، نہ کہ اس بنا پر جو کمپنی اپنے نظام اور تفاصیل اور فروخت اور اس کے تابع معاہدے ہیں.

اس سے واضح ہوا کہ میرا پہلا لکھا ہوا جواب وہ سائل کے ان دو محدود سوالوں کا جواب تھا جو اس نے مجھ سے شخصی طور پر کیے تھے نہ کہ اس کمپنی میں ملازمت اور اس کے کام کے جواز کا فتوی، میں نے جواب لکھ کر دیا

تھا اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، اور چھپوا کر تقسیم کیا جا رہا ہے اسے مد نظر رکھتے ہوئے شرعی طور پر اس کی وضاحت کرنا ضروری تھی.

اللہ تعالی قصد کے پیچھے ہے.

واللہ اعلم .